"ایک دلچسپ ادبی بحث"

جنوری ۱۹۵۰ء کے برہان میں جو نظرات لکھے گئے تھے اس میں ایک موقع پر فارسی کا ایک شعر

حاجی بہ کعبہ و من طالب دیدار ⁂ او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

آگیا تھا۔ اس پر ہفتہ وار "صدق" مورخہ ۳ فروری میں ایک صاحب علم کا مراسلہ شائع ہوا جس میں انہوں نے اس شعر سے متعلق نظرات نگار پر نکتہ چینی کی تھی۔ اتفاق سے اس کا ذکر ایک خط میں فاضل دوست خواجہ عبدالرشید صاحب سے آیا جن سے قارئین برہان خوب واقف ہیں تو موصوف نے "صدق" کے مراسلہ کے جواب میں اپنی معلومات پیش کیں جو ذیل میں ایک دلچسپ ادبی بحث کی حیثیت سے ہدیۂ ناظرین ہیں خواجہ صاحب کے ارشاد کے مطابق ہم پہلے "صدق" کا مراسلہ بعینہٖ نقل کرتے ہیں اس کے بعد آپ خواجہ صاحب کا خط ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ ہمارے فاضل دوست نے خود بھی لکھا ہے یہ امر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ "صدق" کے فاضل مراسلہ نگار بھی "ایک پنجابی عہدہ دار ہیں" اور اس کا جواب لکھنے والے ہمارے دوست بھی ایک پنجابی "عہدہ دار" ہی ہیں بہر حال عہدہ داروں کا یہ فارسی ادب و شعر کا ذوق موجب صد تحسین و آفرین ہے۔ اڈیٹر

ایک "شعر" کی تحقیق

(ایک پنجابی عہدہ دار کے قلم سے)

جنوری رسالہ برہان (دہلی) نظرات حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے سانحۂ ارتحال پر نثر میں ایک مرثیہ تھا جو مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے قلم سے نکلا ہے تاثرات

ات صفحوں پر مشتمل تھے - اور قابل احترام - مگر آخری صفحے کے وسط میں مولانا نے
شعر لکھدیا ہے ناصر خسرو کے ساتھ منسوب کر کے - تو اس سے اس تعزیت نامے
رنگ پھیکا پڑ گیا ہے اگر اس شعر کی اصلیت مولانا کو معلوم ہوتی تو وہ شاید یہ شعر
لکھتے - یہ در حقیقت شعر نہیں اور نہ ناصر خسرو سے اس کو تعلق ہے یہ اصل میں
مصرعے ہیں بھائی عاملی[1] کے ایک مخمس کے! یہ مخمس عارفانہ نہایت دلپذیر ہے
کریہ دو مصرعے جو مولانا نے لکھدئے ہیں انہیں ایک مستقل شعر سمجھ لیا جائے تو خیالات
ادائیگی میں تواتر اور روحانی تجسس جو موجود ہے اس میں تو وہ ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے
مطالب کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں -

عرصہ ہوا ایران میں ایک فارسی کتاب ہاتھ لگی تھی جہاں میں نے مخمس دیکھا
اسوقت اسقدر پسند آیا کہ کچھ بند نقل کر لئے - یہ جو دو مصرعے ایک شعر بنا کر مولانا سعید
صاحب نے لکھے ہیں یہ ذیل کے بند سے تعلق رکھتے ہیں - ملاحظہ فرمائیے :-

اں دم کہ عزیزاں بروندے پئے ہر کار ‏ ‏ ‏ زاہد بسوئے مسجد و من جانب خمار
بی برد کعبہ و من طالب دیدار ‏ ‏ ‏ من یار طلب کردم و او جلوہ گہ یار
او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

خط کشیدہ مصرعوں کو ملا کر ایک شعر پیدا کر دیا گیا ہے! اور اسے ناصر خسرو کی
خاطر منسوب کر دیا گیا ہے اب اس مخمس کے دیگر بند بھی ملاحظہ ہوں - اوپر والے بند
سے پہلے ایک اور بند ہے اور وہ یہ ہے :-

رفتم بدر صومعہ عابد و زاہد ‏ ‏ ‏ دیدم ہمہ را پیش رخت راکع ساجد
در میکدہ رہبانم و در صومعہ عابد ‏ ‏ ‏ گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ !

اب تیسرا بند ملاحظہ ہو دیکھئے کتنی جان ہے اس میں اور کس طرح بول رہا ہے

[1] یعنی شیخ بہاء الدین عاملی صاحب کشکول " مثنوی " " نان و حلوا " (صدق)

ہر در کہ زدم صاحب آں خانہ توئی تو — ہر جا کہ روم پرتو کاشانہ توئی تو
در میکدہ و دیر کہ جانانہ توئی تو — مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی تو

مقصود توئی کعبہ و بت خانہ بہانہ!

اب آخری بند ملاحظہ فرمائیے :۔

بیچارہ بہائی کہ دلش زار غم تست — ہر چند کہ عاصی است ز خیل خدم تست
امید وی از عاطفت دم بدم تست — تقصیر و گناہش بامید کرم تست

یعنی کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ!

شعر کی تحقیق کی تحقیق

از

جناب خواجہ عبدالرشید صاحب راولپنڈی

آپ نے شعر کی تحقیق کے متعلق لکھا ہے۔ میں نے شعر کی تحقیق پڑھی تھی۔ مگر کہنے والے سے آشنا نہیں ہوں۔ البتہ آپ کو اسی موضوع پر اپنی تحقیق روانہ کرتا ہوں جو پنجابی عہدہ دار کے جواب میں ہے۔ زبان میں جگہ نکال کر مشکور فرمائیے۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جس روز صدق پہنچا اور اسمیں پنجابی عہدہ دار کے قلم سے ایک شعر کی تحقیق پر مراسلہ دیکھا اسی شام اپنی کتابوں کی پڑتال کر رہا تھا کہ ایک جلد مجلہ آئندہ مطبوعہ طہران ہاتھ لگی۔ اٹھائی اور صفحے الٹنے شروع کر دیئے۔ ایک مقام پر پہنچ کر عنوان جو نظر پڑا تو نظر چونک گئی۔ عنوان تھا —— راجع بغزل خیالی و مخمس شیخ بہائی۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ عنوان بحث انتقاد کا ایک حصہ جو اس شمارہ میں بطور باب باندھ دیا گیا تھا۔ اور اس سے پیشتر مباحث بھی اس سے متعلق موجود تھے۔ جب مضمون کو شروع سے سلسلہ وار پڑھا تو ذیل کے نقاط ترتیب وار سمجھ میں آتے گئے۔ اب آپ کا جو خط آیا ہے تو پھر اسے ایک بار دیکھا اور رشدہ

شدہ اقتباس لینے کے بعد انہیں یکجا کر دیا ہے اور رسالہ خدمت کر رہا ہوں۔ بعض جگہ اقتباس بعینہ درج کر دئے گئے ہیں بغیر ترجمہ کے صدق میں "ایک شعر کی تحقیق" بھی کسی پنجابی کی لکھی ہوئی ہے اور میں بھی پنجابی ہی ہوں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ عہدہ داری کا طوق میرے گلے میں بھی ڈالا جا سکتا ہے!

ہاں تو اس مجلہ آئندہ کے کسی پہلے پرچے میں شیخ بہائی کی ایک غزل عارفانہ نقل کی گئی تھی، جو بہ ذیل عنوان درج ہے۔

غزلہای عارفانہ ـــــ خدائے یگانہ

(از شیخ بہائی موضوع فوق را در غزلے عارفانہ باکمال لطافت سرودہ است)

تا کے بہ تمنائے وصالِ تو یگانہ ‏ اشکم بود از ہر مژہ چوں سیل روانہ؟
گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد ‏ یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بہ خانہ
مقصودِ من از کعبہ و بت خانہ توئی تو ‏ مقصود توئی کعبہ و بت خانہ بہانہ
حاجی برہ کعبہ و من طالب دیدار ‏ او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ
امید بہائی بو فور کرم تست ‏ نہ از عمل خویش و نہ از اہلِ زمانہ

اس غزل پر چند ایک لوگوں نے مدیر کے پاس اعتراض کیا کہ یہ غزل شیخ بہائی کی نہیں بلکہ یہ تو غزل عارفانہ خیالی بخاری کی لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ آقائے علی حکمت، جو ہندوستان کئی مرتبہ آ چکے ہیں۔ اور جن کی شخصیت سے عوام واقف ہیں۔ انہوں نے مدیر موجہ کو لکھا کہ "تذکرہ غلطی درام کہ مخمس ارا شیخ بہائی با تضمین ابن قطعہ خیالی را در بر ورا د" اس کے بعد آقائے کیوان سمیعی نے بھی ایک مقالہ سپرد قلم کیا جو اسی موضوع پر تھا۔ یہ قطعہ جسکا ذکر آقائے علی حکمت نے کیا ہے۔ وہ بھی آقائے کیوان نے لکھا ہے۔ جو کہ ابھی ذیل میں درج کر دونگا۔ اس قطعے کے سات بیت ہیں۔ جس شکل میں کہ یہ قطعہ شائع ہوا ہے اس میں فقط اس کے پانچ بیت ہیں اور ان میں سے صرف تین دونوں قطعوں میں مشترک ہیں

یعنی بہائی آملی اور خیالی بخارائی والے قطعوں میں۔ درحقیقت بہائی آملی کے قطعہ کی نسبت اس قطعے میں چار بیت اضافی ہیں اور دو اُن سے کم۔ مدیر نے اس امر کا ذکر کرنے لازم سمجھا ہے کہ ''

'' این تذکرہ ماما حدی تائید میکند اظہار آقائے علی حکمت راکہ شیخ بہائی قطعہ خیالی را تضمین کردہ است یعنی در صحت انتساب مخمس منسوب بہ بہائی در تذکرہ قطعی ایشان، باشہرتی کہ غزل خیالی بنام او دارد، چندان تردید نتوان دانست، وچوں مخصوصاً مطلع و قطعہ متفاوت و قطعہا نیز یاد تخلص مختلف و اختلاف مضمون میباشند محقق است کہ ہر دو شاعر در این وزن و قافیہ سرودہ اند و اینکہ قطعہ سے میان دو شاعر مشکوک باشد''

اس جگہ مدیر نے اظہار کیا ہے کہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آقائے کیوان کو مخمس کا علم نہ ہو۔ اور انہوں نے ذیل کی غزل خیالی بخارائی کی سمجھ کر ارسال کر دی ہو۔ وہ یہ ہے۔

غزل عارفانہ خیالی بخارائی

اے تیر غمت را دل عشاق نشانہ | خلقے بتو مشغول و تو غائب ز میانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد | یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ
مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی تو | مقصود توئی کعبہ و بت خانہ بہانہ
ہر کس بہ زبانی صفت تو گوید | نائی بنوائے نے و مطرب بترانہ
حاجی بر کعبہ د ما طالب دیدار | او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ
. . . . | باقی بہ جہانست کہ فسونست و فسانہ
تقصیر خیالی با مید کرم تست | یعنی کہ گناہ را بہ از ایں نیست بہانہ

غور فرمائیے تو جو تفاوت ہے، وہ فوراً نظر آجائے گا۔ مثلاً مطلع و مقطع شیخ بہائی کا ملاحظہ فرمائیے۔ جو کہ یوں ہے،

تا کے بہ تمنائے وصال تو یگانہ | اشکم بود ہر مژہ چوں سیل روانہ

ہمیذ بھائی بہ وفور کرم قست نہ از عمل خویش بود تا از اہل زمانہ

بعد اس تمام روئداد کے بعد آقائے علی حکمت کا مراسلہ درج ہے جو کہ طویل ہے مگر کچھ اقتباس یہاں دیکر آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آقائے علی حکمت فرماتے ہیں۔

"بہ حکم وظیفہ ادبی سزاوار دانست کہ توضیحی درایں باب عرض نماید تا آں مجلہ گرامی نفیس از اشتباہ وسہو مصون ماند۔ ایں غزل کہ از منظومات لطیف عرفانی و بسیار نغز و فصیح سرودہ شدہ اثر طبع خیالی بخارائی است وایں شاعر در نیمۂ اول قرن نہم در بخارا می زیستہ و از معاصرین و معنقین خواجہ عصمت اللہ بخاری شاعر عصر تیمور لنگ بودہ اند۔ (رجوع شود بہ تذکرۃ الشعراء دولت شاہ سمرقندی ص ۱۲۱ و مجالس النفائس میر علی شیر نوائی ص ۱۸۸ و ص ۱۲ طبع جدید طہران) غزل او بسکہ رواں وسلیس و دلنشین است ہمیشہ مورد عنایت و توجہ شعرا شاعر قرار گرفتہ باستقبال و تخمیس و تضمین آں شاعران متعدد ہمت گماشتہ اند۔ از آں جملہ شیخ بہائی آملی آنرا مخمس نمودہ است آں مخمس تمامہ در مجموعہ خطی کہ ایں بندہ قدیماً جمع آوردی کردہ است ثبت شدہ ولی متاسفانہ چوں ذکر ماخذ نشدہ معلوم نیست کہ از کجا گرفتہ و نقل نمودہ ام، عین مخمس را برائے جناب عالی میفرستم کہ اگر سزاوار دانستید عیناً در یکے از صفحات آں مجلہ درج فرمائید کہ فائدہ آں عام و تمام باشد۔"

اور اگر اجازت ہو تو اس اقتباس کو تھوڑی ترمیم کے بعد اس کی آخری سطور کو میں بھی دہرا دوں۔

"کہ عین مخمس کہ بندہائش باقی ماندہ کہ در صدقِ ہفتہ وار چاپ نشدہ، برائے جناب عالی میفرستم کہ اگر سزاوار دانستید عیناً در یکے از اشاعت مجلہ شہریہ برہان درج فرمائید کہ فائدہ آں عام وخاص باشد!"

اس کے بعد پھر وہی مخمس درج ہے جو پنجابی عہدہ دار نے "صدق" میں شائع کرایا ہے۔ مگر اس میں کچھ بند زائد ہیں جو صدق میں نہیں آئے۔ آپ کے لئے درج کرتا ہوں

کہ لطف اندوز ہوسکیں اور اس مزید تحقیق سے آپکی تشنگی دور ہو جائے، واقعی اس شاعر کے کلام میں حقیقت کی چاشنی ہے۔ بلکہ یہاں ایک التماس کرونگا کہ آپ پنجابی عہدہ دار کے مراسلہ کو صدق سے مستعار لیکر اس مراسلہ کی تمہید بنا کر شائع کر دیں تاکہ تحقیق بہ پایاں رسد! اور اس پنجابی عہدہ دار کی گستاخی معاف فرمائیں میں ایک دوسرے پنجابی بھائی کے لئے معذرت خواہ ہوں کہ اس نے براہ راست آپ سے کیوں نہ ذکر کیا۔

تقایا بند ملاحظہ فرمائیے:-

تاکہ بہ تمنائے وصالِ تو یگانہ | اشکم شود از ہر مژہ چوں سیل روانہ
خواہد بسر آید شب ہجراں تو یا نہ | اے تیر غمت را دل عشاق نشانہ

جمعے بتو مشغول و تو غائب زمیانہ

بلبل بچمن زان گل رخسار نشاں دید | پروانہ در آتش شدہ انوار عیاں دید
عارف صفت روئے تو از پیر و جواں دید | یعنی ہمہ جا عکس رخ یار تواں دید

دیوانہ منم من کہ روم خانہ بخانہ

عاقل بقوانین خرد راہ تو پوید | دیوانہ برون از ہمہ آئین تو جوید
تا غنچہ شگفتہ این باغ کہ بوید | ہر کس بزبانی صفت حمد تو گوید

مطرب بغزل خوانی و بلبل بترانہ

اب آپ اپنی داستان سنائیے کہ آپ نے اسے حکیم ناصر خسرو کا شعر کیسے سمجھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہے کہ اس کی ایک دلچسپ داستان ہے، جو ایک "ذہنی حجاب" کا نتیجہ ہے۔ آپ نے "ذہنی حجاب" کے لئے Mental complex کا لفظ استعمال کیا ہے۔ میں سمجھ تو گیا ہوں کہ آپکی اس سے مراد کیا ہے، مگر اس کی کچھ دلچسپ مثالیں مجھے بھی یاد ہیں۔ اور ڈاکٹر فرائڈ نے اپنی کتاب Psychopathology of Everyday Life

ں اور بھی مزیدار حکایتیں بیان کی ہیں۔ کئی بار زندگی میں ہوتا ہے کہ غلط نام کسی چیز
کے ساتھ منسوب کر دیا جاتا ہے حالانکہ اصل نام دماغ میں ضرور گھوم رہا ہوتا ہے۔ ایسا فعل
بااوقات دیدہ و دانستہ بھی سرزد ہو جاتا ہے۔ مثلاً شعر یاد ہو مگر شاعر کا نام بھول گیا ہو تو
ی اور کے نام کے ساتھ منسوب کر دیا جاتا ہے! اصلی complex یہی ہے۔ مجھے
یسا معلوم ہوتا ہے جس طرح آپ کے complex کا ذمہ دار حکیم ناصر خسرو نہیں،
بلکہ امیر خسرو ہیں!

تفسیر مظہری

تمام عربی مدرسوں، کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بے مثل تحفہ

ارباب علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی یہ عظیم المرتبہ تفسیر مختلف خصوصیات کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمد للہ کہ۔ سالہا سال کی عرق ریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں طبع ہو چکی ہیں جو کاغذ اور دیگر سامان طباعت و کتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں

ہدیہ غیر مجلد جلد اول تقطیع ۲۹×۲۲ ساٹھ روپے جلد ثانی ساٹھ روپے
جلد خامس ساٹھ روپے جلد ششم آٹھ روپے جلد ثالث و رابع زیر کتابت ہیں

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی